شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملّت پہ لاکھوں سلام
اُمّ المؤمنین
حضرت سیّدہ
عائشۃ الصّدیقہ رضی اللہ عنہا
اور
مسندِ اِفتاء
خلیفۂ الشریعہ و محدث کبیر نبیرۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
مفتی فیضان المصطفیٰ قادری مدظلہ
Mufti Faizan ul-Mustafa al-Qadiri

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ الصدیقہ
اور
مسند افتا

ازقلم:

خلیفہ تاج الشریعہ و محدث کبیر

نبیرہ صدر الشریعہ

مُفتی فیضان المصطفی قادری

بانئ جامعہ امام اعظم ابوحنیفہ لکھنؤ

باہتمام:

خلیفہ قائد ملت

مُفتی سید اسد القادری

میریلانڈ امریکہ

Cover Design & Composition: Al-Qalam Arts

Publication Date: January 2024

فہرست

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ الصدیقہ اور مسند افتا

تمہید

ام المومنین ، محبوبۂ محبوب رب العلمین، راحت قلب سید المرسلین، افقہ فقہائے دین متین ،فقیہۂ صحابہ وصحابیات، معلمۂ تابعین و تابعات، اذکی الذاکیات، اصدق الصادقین والصادقات، صدیقہ بنت صدیق، مزکاۃ، مُبرّاۃ، طاہرۃ، مطہرۃ، حضرت سیدتنا عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ بعلہا وابیہا وعلیہا ابدا سرمداً متواترا کے اوصاف وکمالات کا احاطہ زبان وبیان اور قلم وقرطاس کے بس کا نہیں۔ لیکن زیر نظر تحریر میں شائقینِ فقہ اور شاغلینِ فتاویٰ کے لیے اُس عظیم مادرِ امت کی حیات وخدمات کے ایک زریں باب سے کچھ خوشہ چینی مقصود ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر امہات المومنین کی نسبت متعدد خصوصیات کی حامل ہیں جن میں سب سے بڑی خصوصیت ان کی فقہی بصیرت ہے۔ اسلامی تاریخ میں فقہائے امت میں مردوں کے ہی نام آتے ہیں، عورتوں میں خال خال ہی فقیہات گزری ہیں۔ لیکن تمام فقہائے امت میں حضرت صدیقہ کا مقام ومرتبہ کچھ ایسا ہے کہ ان کے بعد کے تمام فقہاء ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتے، ان کے مذہب ومسلک اور ان کی مرویات کو نظر انداز کر کے دو چار قدم نہیں چل سکتے۔ شریعت اسلامیہ کا ایک بڑا حصہ انھیں کی مرویات پر مبنی ہے، ان کی مرویات سے امت نے اصول وفروع سب میں استفادہ کیا ہے۔

حضرت صدیقہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، انھیں ذاتی طور پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لیے منتخب نہیں کیا تھا، بلکہ ان کا انتخاب ان کے لیے ان کے رب نے کیا تھا، جب کہ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسّلام کو اپنے حبیب کی بارگاہ میں اس انتخاب کی خبر دینے کو بھیجا، جبریل امین علیہ الصلاۃ والسّلام نے حضور کو ان کی تصویر دکھائی اور فرمایا کہ یہ دنیا وآخرت میں تمہاری زوجہ ہیں۔ ام المومنین کی یہ ابدی سرمدی زوجیت صحابۂ

کرام میں اس قدر مشہور ہوئی کہ جنگِ جمل کے اختتام پر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت صدیقہ کی حرمتوں کی پاسبانی کے لیے اسی حقیقت کا حوالہ دیا تھا۔ ان کی عظمتوں کا سلسلہ بچپن سے ہی شروع ہوتا ہے، جب اس مقدس رشتۂ زوجیت کی تحریک ہوئی، پھر جب رحمۃ للعٰلمین کے حبالۂ نکاح میں آگئیں ان کی قسمت کا ستارہ ثریا سے پرے جگمگانے لگا اور فخرِ کائنات سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسّلام کی چہیتی زوجہ اور ساری امت کی ماں بن گئیں۔

ان کی نشو ونما، پرورش وپرداخت خالص دین ودیانت اور اخلاص ووفا کے ماحول میں ہوئی، قرآن کریم کی آیتیں والد محترم کی تلاوت کے ذریعہ بچپن سے ہی کانوں میں پڑنے لگی تھیں، عنفوانِ شباب میں جب رفیقۂ حیات بن کر آغوش نبوت میں جا پہنچیں تو قرآن کریم سیکھنے اور اس کے معانی کی گہرائیوں میں اتر جانے کا آپ کو سنہری موقع ملا، آپ نے اس موقع کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ اُن سے عظیم شوہر کی مُخلصانہ خدمت گزاری کے ساتھ ساتھ پوری امت کی علمی آبیاری کی توقعات وابستہ ہوگئیں۔ اِس عظیم مشن میں ان کی ذکاوت وفطانت نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس طرح وہ علم وفضل میں اُس مقام تک پہنچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام بھجوایا، اور واقعۂ اِفک میں جب اُن کے دامنِ عفت کو داغدار کرنے کی کوشش ہونے لگی اور ان کی پاکدامنی پر سوالات کھڑے کیے جانے لگے تو ان کی براءت میں ان کے پروردگار نے سورۂ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل فرمادیں، جنھیں مومنین ومومنات تلاوت کرکے قیامت تک اپنی اُس عظیم ماں کی عصمت وپاکدامنی کا اعلان کرتے رہیں گے۔

ان کی علمی برکتوں کا شامیانہ اتنا وسیع ہے کہ سارے صحابہ اور تابعین بلکہ ساری امت اس کے سائے تلے آجاتی ہے۔ آیت تیمم کے نزول کا پس منظر شاہد عدل ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر حضرت صدیقہ کا ہار کیا گم ہوا کہ ساری امت کو یسر وسہولت کی دولت ہاتھ آگئی، جس ہار کو کھودینا لوگ حضرت صدیقہ کی غلطی سمجھ رہے تھے وہی ہار نزولِ آیتِ تیمم کی تمہید بن گیا۔ جس کے اعتراف میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت اسید بن حضیر بول پڑے کہ یہ آپ کی پہلی برکت نہیں۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب ٦٦٥)

دس سال کا طویل عرصہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کاشانۂ اطہر میں گزارا جس کے تقدس کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات نازل فرمائی تھی، یہ دس سالہ عرصہ بھی کم سنی اور نوجوانی کا تھا جب کہ ذہن کی تختیاں بالکل سادہ ہوتی ہیں، جب دین سیکھنے کے لیے اُن کے اور مہبطِ وحی ربانی کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، اُمہات المومنین میں وہی ہیں کہ جب بستر رسول پر ساتھ ساتھ ہوتیں اُن کے لحاف میں قرآن کریم کا نزول ہوتا۔

ان کے زندگی کاایک ایک واقعہ پوری امت کو علم وعمل کے لیے ایک حوالے کاکام دیتاہے۔ زندگی کے نازک موڑ پر جب انسان سے غلطیوں پر غلطیاں ہوتی ہیں وہ فہم وفراست کا جبلِ استقامت بن کر لوگوں کو دعوتِ عمل دیتی ہیں۔ چنانچہ نہایت نازک موقع پر شوہر سے محبّت اور وابستگی کا درس انھوں نے اپنے عمل سے دیا، جب ازواجِ مطہرات کی طرف سے بارگاہِ رسالت میں نفقات کے تعلق سے ایک مطالبہ پیش ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السَّلام کی حمایت میں حکم نازل فرمادیا کہ ازواج مطہرات یاتو اللہ ورسول کو اختیار کریں یادنیاوی مال ومنال لے کر علاحدگی اختیار کرلیں۔ (سورہ احزاب ۲۸،۲۹) جب یہ حکم نازل ہواتو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ کو اس سے آگاہ فرمادیا، حضور کے دل میں اُن کے لیے جو ملاطفت تھی وہ اُس وقت بھی خوب ظاہر وباہر رہی جب آپ نے ان سے فرمایا:

”عائشہ! فیصلہ لینے میں جلدی نہ کرنا، جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلینا“۔

اس پر کائنات کی ذہین ترین خاتون برجستہ بول پڑیں:

أفیک أستشیرابوي؟، اخترت اللّٰہ ورسولہ

”یارسول اللہ! کیامیں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟، میں نے اللہ ورسول کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیاہے۔“

اس جواب میں دنیا کی تمام خواتین کے لیے ایک پیغام ہے، اس پیغام سے دیگر ازواج مطہرات مستفید ہوئیں جب حضور کریم علیہ السَّلام دیگر ازواج کے پاس یہ حکم ربانی سنانے تشریف لے جانے لگے حضرت صدیقہ نے عرض کی: انھیں میراجواب نہ بتایئے گا! اس پر سراپارحمت علیہ السَّلام نے فرمایا: کیوں نہیں! ضرور بتاؤں گا۔ ایک ایک کرکے ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور ہر ایک سے فرماتے جاتے:

اللہ تعالیٰ نے تمھیں اختیار دے دیاہے، یاتو اللہ ورسول کو اختیار کرو اور میرے ساتھ اسی طرح رہ لو، یاپھر مال لے کر علاحدگی اختیار کرلو۔ اور سنو، عائشہ نے میرے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیاہے۔ یہ سن کر سب نے جواب سیکھ لیا، اور سب نے دنیاوی نعمتوں پر رسول کریم علیہ السَّلام کی صُحبت بابرکت کو ترجیح دیدی (بخاری شریف)۔

یہ سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاکاہی فیض تھا۔ تدبر، معاملہ فہمی اور قوتِ فیصلہ جوانھیں رب کی بارگاہ سے ودیعت ہوئی تھی آئندہ پوری امت کے کام آئی، اور لوگوں کے شرعی مسائل حل کرنے میں اس نے بڑااہم رول اداکیا۔

ام المومنین صدیقہ بحیثیت مرجع فتویٰ:

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا عہد صحابہ میں اکابر صحابہ کرام کے درمیان بھی ایک علمی مقام رکھتی تھیں، وہ حضرات مشکل امور میں ان سے علمی صلاح لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ کچھ ایسے مسائل بھی در پیش ہوئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر خلیفہ راشد نے ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا عمل دریافت کیا۔

ہر مسئلے میں اپنا علمی موقف رکھتی تھیں، ان کا موقف مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتا، اور ہر مسئلے کو قرآن کریم سے حل کرنے کا مزاج رکھتی تھیں، اسی وجہ سے ان کے اکثر فیصلوں کو امت نے قبول کیا، اگر چہ بعض متروک بھی قرار پائے، مگر اپنے موقف میں اس قدر راسخ ہوتی تھیں کہ کسی کے سامنے اپنا موقف بیان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ سماعِ موتیٰ کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے واضح اختلاف کیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جمہور صحابہ ایک طرف ہوتے اور ام المومنین کا موقف سب سے مُختلف ہوتا، یہ شان ایک مجتہد فقیہ کی ہوتی ہے۔

چنانچہ کئی حضرات نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکری کے دست کا گوشت پسند تھا۔ لیکن آپ فرماتی تھیں کہ ایسی بات نہیں، بلکہ معاملہ یہ تھا کہ گوشت کئی کئی روز کے بعد ملتا تھا، تو حضور شوق فرماتے کہ جلد مل جائے، اور دستے کا گوشت جلد گل جاتا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے تھے کہ جس صبح کو احرام باندھنا ہو میں اس صبح خوشبو لگانا پسند نہیں کرتا، اس پر فرماتی ہیں: مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام کی صبح میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی اور احرام باندھنے کے بعد عطر کی رنگت آپ کے سر اقدس کی مانگ میں چمکتی تھی۔ (صحیح البخاری کتاب الحج)

صغارِ صحابہ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ ابن عمرو، انس بن مالک، ابو ہریرہ، وابن عباس وابن زبیر وغیرہ کا دور آیا تو فقہ وافتا میں حضرت صدیقہ نے ان کی سرپرست مقتیہ کا کردار ادا کیا۔ یہ سبھی حضرات آکر علمی مشکلات ان سے حل کراتے۔ پھر تابعین میں تو آپ فقہائے تابعین کی استانی اور معلمہ کی حیثیت سے مقبول تھیں۔ مسجد نبوی شریف کے گوشے میں حجرۂ عائشہ کے قریب لوگوں کا حلقہ لگتا، ام المومنین کے محارم، چھوٹے بچے اور خواتین جو حجرے کے اندر آسکتے تھے وہ اندر آجاتے، اور باقی لوگ باہر بیٹھتے، اور حضرت صدیقہ حجرے کے اندر سے لوگوں کی تربیت کرتیں، لوگ سوالات کرتے اور آپ ان کے جوابات دیتیں۔ جو لوگ سوال پوچھنے میں جھجکتے انھیں ہمّت دلاتیں، فرماتیں: میں تمہاری ماں ہوں جو اپنی ماں سے پوچھ سکتے ہو مجھ سے پوچھو، کچھ بچوں کو اپنی کفالت میں لیکر ان کی تربیت کرتیں، اور جو بچے اقارب میں تھے وہ ان کے مستقل تلمیذ ہوتے تھے، مستقل تلامذہ میں حضرت عروہ بن زبیر کا نام سر فہرست آتا ہے۔

حضرت عطا کہتے ہیں کہ حج کے موسم میں ام المومنین جب حج کرنے آتیں تو ان کا خیمہ منیٰ میں کوہِ ثبیر کے دامن میں نصب ہوتا، وہیں ان کا علمی حلقہ لگتا اور شائقینِ علم ہجوم کرتے، جہاں فقہائے مکہ مکرمہ بھی علمی استفادے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے:

عن عطاء كنت آتي عائشة أنا وعبيد بن عميروهي مجاورة في جوف ثبير، قلتُ وما حجابها؟ قال هي في قبة تركية لها غشاء وما بيننا وبينها غيرذلك ، ورأيت عليها درعاً مورّداً۔
(صحیح البخاری کتاب الحج رقم الحدیث ۱٦۱۸)

ترجمہ: حضرت عطا کا بیان ہے کہ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں آتے جب وہ کوہِ ثبیر کی گود میں وقوف کرتیں، راوی نے پوچھا: ان کا حجاب کیا تھا؟ فرمایا: ایک ترکی خیمہ نقاب تھا جو ان کے لیے پردے کا کام کرتا تھا ہمارے اور ان کے درمیان بس وہی حجاب تھا، اور میں نے انھیں گلابی کپڑا پہنے دیکھا۔

خواتین تو آپ کے خیمہ میں چلی جاتیں اور جاکر بالمشافہ دین سیکھتی تھیں۔ آپ ان کو بھی تعلیم دیتیں اور ان کے ذریعہ کچھ مخصوص مسائل میں مردوں کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام کرتیں۔ چنانچہ ایک بار آپ نے خواتین کے مجمع سے فرمایا:

مرن أزواجكن أن يستطيبوا بالماء فإني أستحييهم فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفعله۔

یعنی تم لوگ اپنے شوہروں کو حکم دو کہ پانی سے استنجا کیا کریں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم پانی سے استنجا کرتے تھے، یہ مسئلہ حیا کے سبب میں تمہارے واسطے سے انھیں بتارہی ہوں۔ (ترمذی شریف)

ام المومنین تقریباً ہر سال حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتیں، اور حج کے دوران مردوں اور عورتوں کے درپیش مسائل میں بھرپور مدد فرماتیں۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر جو حضرت صدیقہ کے بھتیجے اور تلمیذ تھے جو بعد میں مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں ہوئے جن پر فقہ مالکی کی بنیاد قائم ہے 'وہ فرماتے ہیں:

كانت عائشة قد استقلت بالفتوىٰ في خلافة أبي بكر وعمر وعثمان وهلم جراً الى أن ماتت رحمها اللّٰہ"۔(طبقات ابن سعد)

یعنی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد خلافت میں مستقل بالفتویٰ ہوگئی تھیں، اور پوری حیات اس منصب پر باقی رہیں۔

حضرت صدیقہ مسند افتا پر:

ہم ذیل میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فقہ وافتا پر قدرے تفصیل سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں، اور اس کا آغاز اپنے شیخ کے ایک افادے سے کرتے ہیں۔

میں نے اپنے شیخ حضور محدث کبیر مدظلہ العالی سے پوچھا کہ کوئی شخص نماز میں قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لیے کہ یہ تلقن من الخارج یا عمل کثیر ہے، امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے، لیکن حضرت صدیقہ کے متعلق تو روایت ہے کہ اپنے غلام ذکوان کی اقتدا میں نماز ادا کرتیں جو مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرتے تھے، (کانت عائشة یؤمها عبدها ذکوان من المصحف ۔ صحیح البخاری کتاب الاذان ترجمۃ الباب، رقم الحدیث ۶۹۲) جب تلقن من الخارج مفسد صلاۃ ہے تو حضرت صدیقہ کے اس عمل کا کیا توجیہ ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

"ام المومنین تو مجتہد فقیہہ ہیں"۔

ہمارے امام ابو حنیفہ نے اگر چہ حضرت صدیقہ کے اس عمل کو حُجّت نہیں قرار دیا، اور نماز میں اس طرح مصحف شریف سے تلاوت کو مفسدِ صلاۃ قرار دیا، اور کئی معاصر فقہاء نے بھی اسے مفسدِ صلاۃ قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے شیخ کا یہ مختصر سا جواب اگر چہ طویل تشریح کا متقاضی ہے، لیکن اسی قدر سے ہماری طالب علمانہ طَبیعت پر حضرت صدیقہ کا اجتہادی رعب جم چکا تھا۔

ام المومنین کے علم وفضل اور اجتہاد کی مثالیں:

وہ قرآنی آیتوں کو بہت اچھی طرح یاد رکھتی تھیں اور ان کے معانی کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھیں، فقہائے صحابہ کے مابین آپ کا فقہی پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ قرآنی آیتوں کے معانی ومفاہیم پر اعتماد کرتے ہوئے شرعی مسائل میں تمام صحابہ کے مقابل اپنا فقہی موقف رکھتی تھیں، اور اسی کے مطابق لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتیں اور فتاویٰ صادر فرماتی تھیں۔

قرآنی آیتوں کے مفاہیم ومعانی میں مہارت:

انھیں قرآنی علوم پر جو عبور حاصل تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن سے ہی ان کے کانوں میں قرآن کریم کی تلاوت کی آواز پڑنے لگی تھی، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے اندر پھر گھر کے صحن میں باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، اس کم سنی میں بھی ان کو بہت آیتیں یاد ہو گئی تھیں، فرماتی ہیں: ”جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ۔ (القمر ۴۶) اس وقت میں کھیل رہی تھی“۔ نیز فرماتی ہیں: ”جب سورۂ بقرہ اور سورہ نساء نازل ہوئیں تو میں آپ کے پاس ہی تھی“۔

کسی آیت کے مفہوم ومعنی میں کچھ تشویش ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتیں۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر کے اندر نوافل اور تہجد میں جب لمبی لمبی سورتیں تلاوت کرتے تو ام المومنین وہاں موجود ہوتیں اور غور سے سماع کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسئلے کے لیے سب سے پہلے وہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرتیں۔ قرآنی علوم میں ان کی بصیرت کا عالم یہ تھا کہ جو مسائل اجلہ تابعین سے حل نہ ہوتے وہ آپ حل کر دیتیں۔ اس کی کئی مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مثلاً:

صفاومروہ کی سعی:

حضرت عروہ نے پوچھا: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ أوِ اعْتَمَرَ فَلاجُنَاحَ عَلَیْہِ أنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا۔ (البقرۃ۱۵۸)اس کا مطلب ہوا کہ کوئی طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا: ایسا نہیں، اگر وہ مطلب ہوتا جو تم نے سمجھا ہے تو آیت یوں ہوتی: لاجناح علیہ أن لایطوف بھما، اگر ان کا طواف نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔ اصل میں کچھ لوگ پہلے بتوں کی پوجا کرتے تھے جو کوہ صفاومروہ پر نصب تھے، اس سبب سے اسلام کے بعد اب ان پہاڑیوں کے پھیرے لگانا انھیں برا محسوس ہونے لگا تو حکم ربانی آیا کہ صفاومروہ کی سعی میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الحج باب وجوب الصفاوالمروۃ)

ایک مشکل آیت کا حل:

سورۂ یوسف کی آیت کریمہ "حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُم نَصْرُنَا (یوسف۱۱۰) کے مفہوم میں عُلمائے امت کو دقتوں کا سامنا رہا، لیکن حضرت صدیقہ نے اس آیت کریمہ کی ایسی تفسیر فرمائی کہ سارے شبہات زائل ہوگئے۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں ظاہر کلمات کے سبب مشکل یہ تھی کہ لگتا ہے رسولوں کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی، اور بظاہر ایسا محسوس ہوسکتا ہے کہ ان سے جو فتح ونصرت کا وعدہ کیا گیا تھا انھیں گمان ہوا کہ وہ وعدہ جھوٹا وعدہ تھا، معاذاللہ۔ یہ مفہوم بھلا کیسے درست ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت صدیقہ سے پوچھا کہ "کُذِبُوا" ذال کی تشدید کے ساتھ ہے یا بغیر تشدید؟ فرمایا: تشدید کے ساتھ، یعنی رسولوں کو گمان ہوا کہ ان کو جھٹلایا گیا۔ اس پر حضرت عروہ نے کہا: پھر گمان کیوں؟ رسولوں کو تو اس کا یقین تھا کہ قوم ان کو جھٹلا رہی ہے، فرمایا: ہاں انھیں اس کا یقین تھا۔ حضرت عروہ نے عرض کی: پھر: "وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا" کا کیا مطلب ہوا؟ فرمایا: معاذاللہ، کہ رسولوں کو اپنے رب کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس نے اپنے نبیوں سے خلاف واقعہ بات کہی، بلکہ "کُذِّبُوْا" سے مراد ان کے متبعین کی طرف سے تکذیب ہے۔ پوری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسولوں کے پیروکار جنھوں نے اپنے رب کو مانا اور اس کے نبیوں کی تصدیق کی، ان پر طویل مدت تک آزمائش وابتلا کا سلسلہ جاری رہا اور مدد آنے میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ نبیوں کو جھٹلانے والے لوگوں کے ایمان سے مایوسی ہونے لگی، اور نبیوں کو اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں ماننے والے بھی اب جھٹلانے نہ لگیں، تب اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس وضاحت سے آیت کریمہ کا معنی بالکل بے غبار ہوجاتا ہے۔

اصل میں اس آیت کریمہ میں امام عاصم کوفی بلکہ تینوں کوفی ائمہ کی قراءت بتخفیف ذال ہے اور باقی ائمہ کی قراءت بتشدید ذال ہے۔ اس قراءت کی رو سے "ظنوا" سے مراد انبیائے کرام ہی ہیں، اور مفہوم یہ ہے کہ جب حالات کی سنگینی اور سخت آزمائش کے سبب انبیائے کرام کو اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں ان کے ماننے والے بھی نہ سوچنے لگیں کہ ان سے کیا گیا وعدہ سچا نہ تھا تب اللہ کی مدد آئی۔ اور پہلی قراءت کے مطابق "ظنوا" سے مراد انبیائے کرام نہیں بلکہ ان کی قوم ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے،

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ یہ ہے:

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی"۔ (کنزالایمان سورہ یوسف ۱۱۰)

اس آیت کی تفسیر میں اور بھی وجہیں ہو سکتی ہیں، مگر حضرت صدیقہ نے جو تفسیر کی ہے جس کی بنا پر مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں وہ روایت بخاری شریف میں یوں ہے:

عن عروة بن الزبير عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت له وهو يسألها عن قول الله تعالىٰ: (''حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ)قال : قلت: أَكُذِبُوا أم كُذِّبُوا؟ قالت عائشة : كُذِّبُوْا، قلتُ فقد استيقنوا أن قومهم كذَّبوهم فما بالظن، قالت أجل، لعمري لقد استيقنوا بذلك، فقلت لها وظنُّوا أنهم قد كُذِبُوا، قالت معاذ الله لم تكن الرسل تظُنُّ ذلك بربها، قلتُ : فما هذه الآية؟ قالت: هم أتباع الرسل الذين آمنوا بربهم ويصدقوهم، فطال عليهم البلاء واستاخر عنهم النصر حتي استيئس الرسل ممن كَذَّبهم من قومهم وظنَّت الرسلُ أنَّ أتباعهم قد كذَّبُوهم جاء هم نصراللّٰه عند ذلك۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۶۹۵)

قرآنی مفہوم کی تحقیق:

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں گرفتار ہوگا، حضرت صدیقہ عرض گزار ہوئیں: پھر "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيْراً" کا کیا مطلب ہوا؟ فرمایا: وہ تو حساب کی پیشی ہے، حساب لیا گیا تو عذاب ہوگا۔ بخاری شریف میں ہے:

عن عائشة زوج النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم انها كانت لاتسمع شيئا لاتعرفه الا راجعت فيه حتى تعرفه وان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من حوسب عُذِّب ، قالت عائشة : فقلت

أوليس يقول اللہ تعالیٰ : فسوف يحاسب حساباً يسيراً (الانشقاق) قالت فقال: انما ذلک العرض، ولکن من نوقش الحساب یہلک۔(صحیح البخاری ۱/۳۲)

ترجمہ: حضرت صدیقہ جو بات سنتیں سمجھ نہ آتی تو حضور سے دریافت کرتیں تاکہ معلوم کرلیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے حساب لیا جائے گا اسے عذاب ہوگا، بولیں: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جنھیں نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ان سے آسان حساب ہوگا۔ فرمایا: وہ تو پیشی ہے، جس سے حساب کی پوچھ گچھ ہوگی وہ ہلاک ہوجائے گا۔

ام المومنین کے فتاویٰ:

(ا)جمعہ کے دن غسل کا مسئلہ:

متعدد صحابہ کرام اس بات کے قائل تھے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، مگر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فتویٰ تھا کہ یہ حکم واجب نہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من جاء منکم الجمعۃ فلیغتسل ۔اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر فرض ہے۔ مگر حضرت صدیقہ فرماتی ہیں:

کان الناس ینتابون من منازلهم والعوالي فیأتون في الغبار یصیبهم الغبار والعرق فیخرج منهم العرق فأتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان منهم وهو عندي فقال النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لو أنکم تطهرتم لیومکم هذا۔ (صحیح البخاری کتاب الجمعۃ رقم الحدیث ۹۰۲)

ترجمہ: لوگ اپنے گھروں اور ”عوالی“ کے دور دراز علاقوں سے گرد و غبار میں اٹے اور پسینے میں شرابور آتے تھے، تو ان میں سے ایک شخص حضور کی بارگاہ میں آئے جب حضور میرے پاس تشریف فرما تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: تم لوگ آج کے دن کے لیے غسل کر لیتے تو بہتر ہوتا۔

(۲)قربانی کا گوشت کتنے دن تک استعمال کیا جائے:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر اندر کھالیا جائے۔ بعض صحابہ نے اس حکم کو وجوبی قرار دیا، لیکن حضرت صدیقہ نے اس حکم کو استحبابی قرار دیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

الضحیۃ کنا نملح منها فنقدم به الی النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بالمدینة فقال لاتأکلوا الا ثلاثة ایام ولیست بعزیمة ولکن اراد ان یطعم منه واللہ اعلم۔(صحیح البخاری کتاب الاضاحی)

ترجمہ: قربانی کے گوشت میں ہم نمک ملا کر رکھتے تھے پھر حضور کی بارگاہ میں پیش کرتے، تو آپ نے فرمایا: ”بس تین روز کھاؤ“۔ ان کا یہ حکم بطورِ عزیمت نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم دوسروں کو بھی اس گوشت سے کھلائیں، واللہ اعلم۔

ترمذی کتاب الاضاحی میں ہے کہ کسی نے پوچھا: کیا تین دن کے بعد گوشت کھانا منع ہے؟ تو اس کی وضاحت میں فرمایا:

لا ولکن قل من کان یضحي من الناس فاحب ان یطعم من لم یکن یضحي۔

ترجمہ: نہیں، لیکن قربانی کم لوگ ہی کرتے تھے، تو حضور نے پسند فرمایا کہ جس کے گھر قربانی نہ ہوئی اس کو کھلایا جائے۔

(۳)زندوں کے رونے سے میت پر عذاب:

کئی صحابہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان المیت لیعذب ببکاء اہله علیه ”یعنی زندوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ لہٰذا کچھ لوگوں نے اس بات کو اسی انداز میں قبول کرلیا، کہ کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے گھر والے اس پر رونے سے اجتناب کریں، ورنہ ان کے رونے سے میت پر عذاب ہوگا۔ بعض نے اس عذاب کے لیے یہ قید لگائی کہ اگر میت نے رونے کی وصیت کی ہو یا اس سے راضی رہا ہو تب ان کے رونے سے اس پر عذاب ہوگا۔ لیکن جب یہ روایت حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو آپ نے اس کی شدید تردید کی، اور فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز ایسا نہیں فرماسکتے، کیوں کہ قرآن پاک میں ہے: لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرىٰ ”کوئی مجرم دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایک مجرم کے

جنازے پر فرمایا تھا کہ دیکھو اس کے گھر والے رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ صحیح بخاری شریف کی پوری روایت

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ سے یوں ہے:

توفيت ابنة لعثمان رضي الله تعالىٰ عنه بمكة وجئنا لنشهدها وحضرها ابن عمر وابن عباس وانى لجالس بينهما فقال عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما لعمروبن عثمان ألا تنهى عن البكاء فان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال : ان الميت ليعذب ببكاء أهله عليه ، فقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما : قد كان عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقول بعض ذلك، ثم حدث قال صدرت مع عمر رضى الله عنه من مكة حتى اذا كنا بالبيداء اذا هو بركب تحت ظل سمرة فقال اذهب فانظر من هؤلاء الركب قال فنظرت فاذا صهيب فأخبرته فقال ادعه لي ، فرجعت الى صهيب فقلت ارتحل فالحق أمير المومنين، فلما أصيب عمر دخل صهيب يبكي يقول وا أخاه وا صاحباه ، فقال عمر: رضي الله عنه يا صهيب أتبكي علي وقد قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ان الميت يُعذب ببعض بكاء اهله عليه، قال ابن عباس، رضي الله عنهما فلما مات عمر رضى الله عنه ذكرت ذلك لعائشة رضي الله عنها فقالت رحم الله عمر، والله ما حدّث رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليعذب المؤمن ببكاء اهله عليه، ولكن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال : ان الله ليزيد الكافر عذاباً ببكاء اهله عليه، وقالت حسبكم القرآن : ولاتزر وازرة وزر اخرى، قال ابن عباس رضي الله عنهما عند ذلك: والله هو أضحك وأبكى۔ (صحيح البخاري كتاب الجنائز رقم الحديث ١٢٨٧)

ترجمہ: حضرت عُثمان کی بیٹی کی مکہ میں وفات ہوئی تو ہم اور ابن عمر و ابن عباس حاضر ہوئے، میں ان دونوں کے مابین بیٹھا، ابن عمر نے عمرو بن عُثمان سے کہا: تم گھر والوں کو رونے سے منع نہیں کرتے؟ حضور نے فرمایا ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس بولے: حضرت عمر بھی ایسا ہی کچھ فرماتے تھے، اور بیان کیا کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے نکلا، جب ہم مقام بیدا میں پہنچے تو انھوں نے ایک ببول کے درخت کے نیچے ایک سوار دیکھا، بولے: جاؤ دیکھو یہ کون ہے؟ میں نے دیکھا تو وہ صہیب تھے، میں نے آکر بتایا، فرمایا: انھیں میرے پاس بلاؤ، میں صہیب کے پاس جاکر کہا: چلو امیر المومنین کے پاس چلو۔ پھر (بعد میں) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو صہیب ان کے پاس آکر یوں کہہ کر رونے لگے، ہائے میرے بھائی! ہائے میرے دوست! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: صہیب! تم مجھ پر روتے ہو؟ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: جب حضرت عمر کی وفات ہو گئی تو میں نے یہ بات حضرت صدیقہ کو بتائی، اس پر وہ بولیں: اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے، واللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا کہ مومن پر اس کے

گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کافر پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہی بڑھائے گا۔ حضرت صدیقہ نے فرمایا: تم لوگوں کے لیے قرآن کافی ہے، جس میں ارشاد ہے: کوئی مجرم دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی ہنسا تا رلا تا ہے۔

(۴) سماع موتی کا مسئلہ:

کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت صدیقہ نے دیگر صحابہ کرام سے اختلاف کیا، اور اپنا موقف قرآنی آیت پر قائم کیا، کچھ ایسے مسائل بھی ہیں جن کو جمہور امت نے قبول نہ کیا، مگر ان کے موقف سے ان کی اجتہادی شان ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ سماع موتی کا ہے۔

بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے: کہ غزوۂ بدر کے اختتام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلیب بدر (جس میں مشرکین کی لاشیں پڑی تھیں) پر جاکر ان لاشوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: هل وجدتم ما وعد ربكم حقاً؟ تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مُردوں سے کلام فرماتے ہیں؟ فرمایا: ما أنتم بأسمع منهم ولكن لايجيبون۔ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے، ہاں یہ مردے جواب نہیں دیتے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ روایت پہنچی تو آپ نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: انهم ليعلمون الآن أن ما كنت أقول لهم حق۔ اس کے بعد ام المومنین نے یہ آیت پڑھی: اِنَّکَ لَاتُسْمَعُ الْمَوْتیٰ (النمل ۸۰)، وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (فاطر ۳۵)

ان دونوں آیتوں سے سماع موتیٰ کے متعلق حضرت صدیقہ کا جو موقف ظاہر ہو رہا ہے اہل سُنت نے اس سے اتفاق نہیں کیا، علمائے اہل سُنت نے اس موضوع پر تفصیلی دلائل پیش کیے اور مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، امام اہل سُنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ایک مستقل رسالہ "حیات الموات فی سماع الاموات" تصنیف فرمایا، اور اس میں ان دونوں آیتوں کی کئی توجیہات ذکر کی ہیں، جن میں ایک توجیہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں سماع (سننے) کی نفی نہیں بلکہ اسماع (سنانے) کی نفی ہے، یعنی ان مُردوں کو تم نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ سناتا ہے، اور مردے سنتے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ فرمائی کہ اس آیت میں موتیٰ سے مراد مردہ دل یعنی کفار ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ چکی، اور سماع سے

مراد سماعِ قبول، یعنی یہ مردہ دل قوم سننے والی (یعنی ماننے والی) نہیں۔ سماع موتیٰ پر کثیر روایتیں صحاح وحسان موجود ہیں جنھیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پوری تفصیل سے اس رسالے میں پیش کر دیا ہے۔

(۵) ایک مسئلہ شَبِ معراج دیدار الٰہی کا مسئلہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبار اللہ عزوجل کو دیکھا، یہ روایت جب حضرت صدیقہ کے پاس پہنچی تو آپ نے انکار کیا۔ حضرت مسروق بیان کرتے ہیں:

عن مسروق قال قلت لعائشة رضي الله تعالیٰ عنها یا امتاہ هل رأی محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم ربه ؟ فقالت : لقد قف شعری مما قلتَ،این انت من ثلاث، من حدثکهن فقد کذب، من حدثک ان محمداً رأی ربه فقد کذب ثم قرأت : لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیرالی اخر الحدیث (صحیح البخاری کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۸۵۵)

ترجمہ: حضرت مسروق راوی ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ سے عرض کی: اے مادر، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا؟ بولیں: تمہاری اس بات سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، تمہیں تین باتوں کا پتہ نہیں؟ جو انھیں بیان کرے گا غلط بیان کرے گا۔ جو یہ کہے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا اس نے غلط کہا، پھر آیت تلاوت کی: نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے، اور وہ لطیف اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔

(۶) مطلقہ کا نفقہ و سکنیٰ:

شریعت مطہرہ نے مطلقہ کا نفقہ اور سکنی شوہر پر رکھا ہے، لہٰذا وہ عدت کے ایام شوہر کے گھر پر ہی گزارے گی، قرآن کریم کا ارشاد ہے: لَاتُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَایَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ۔

مگر فاطمہ بنت قیس نامی صحابیہ کی روایت ہے کہ ان کو جب طلاق ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شوہر کے گھر سے جانے کی اجازت دی۔ فاطمہ بنت قیس اس روایت کو بیان کرتی تھیں، جسے بعض لوگ قبول بھی کر لیتے تھے، لیکن مذکورہ آیت کریمہ کی بنا پر زیادہ تر لوگ اس روایت سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ عبد الرحمن بن حکم کی بیٹی کو جب طلاق پڑی تو اسی روایت کی بنا پر انھوں نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر بلا لیا، جب یہ خبر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: فاطمہ کو یہ حق نہیں کہ یہ حدیث بیان کریں، ان کو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے اجازت دیدی تھی کہ ان کا شوہر کے گھر رہنا دشوار تھا۔ بخاری شریف کی روایت یوں ہے:

عن عروة بن الزبيرقال لعائشة ألم ترين الى فلانة بنت الحكم طلقها زوجها البتة فخرجت فقالت بئس ما صنعت ، قال ألم تسمعي في قول فاطمة؟ قالت: أما انه ليس لها خير في ذكر هذا الحديث ، وزاد ابن ابی الزناد: عابت عائشة أشد العيب، وقالت: ان فاطمة كانت في مكان وحش فخيف على ناحيتها فلذلک أرخص لها النبي صلى اللّٰه عليه وسلم۔(صحیح البخاری کتاب الطلاق رقم الحدیث ۵۳۲۵)

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے عرض کی: بنت حکم کو دیکھیں کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق بائنہ دی تو وہ شوہر کے گھر سے چلی گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا: اس نے برا کیا، عروہ نے کہا: کیا آپ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت نہیں سنی؟ بولیں: فاطمہ کو اس حدیث کو بیان کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ابوالزناد نے مزید کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ان پر اس روایت کو بیان کرنے میں سخت تنقید کی اور فرمایا: فاطمہ تو وحشت ناک مکان میں رہتی تھی، جہاں رہنے میں خوف تھا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دی تھی۔

(۷) عورت سامنے ہو تو کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

ایک صحابی کی روایت ہے کہ اگر عورت، گدھا یا کتا سامنے ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، جب کہ حضرت صدیقہ فرماتی تھیں کہ اس سے نماز نہیں ٹوٹتی، بخاری شریف میں یہ روایت یوں ہے:

عن مسروق عن عائشة أنه ذكر عندها ما يقطع الصلاة؟ فقالوا يقطعها الكلب والحمار والمرأة، قالت: قدجعلتمونا كلاباً ، لقد رأيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي واني لبينه وبين القبلة وأنا مضطجعة على السرير، فتكون لي الحاجة فأكره أن أستقبله فانسل انسلالاً۔ (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۵۱۱)

ترجمہ: مسروق راوی ہیں کہ حضرت صدیقہ کی بارگاہ میں بات آئی کہ کیا چیز نماز کو قطع کر دیتی ہے؟ لوگوں نے کہا: کتا، گدھا اور عورت، حضرت صدیقہ بولیں: تم لوگوں نے عورتوں کو کتوں کے درجے میں رکھ دیا، میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس حال میں کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر سو رہی ہوتی تھی، مجھے کوئی حاجت ہوتی تو ان کے سامنا کرنا برا لگتا تو میں اندر سے ہی سرک جاتی تھی۔

(۸) متعہ کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ:

متعہ یعنی عارضی نکاح جو متعینہ ایام کے لیے کیا جائے، دورِ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی اس کی ممانعت نہ تھی، یہاں تک کہ سات ہجری میں خیبر کے سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا۔ اور فتح مکہ کے موقع پر بھی اس کی حرمت کا اعلان ہوا۔ لیکن کچھ صحابہ حرمت سے عدم اطلاع کی بنا پر سات ہجری کے بعد بھی اس کے جواز کے قائل تھے، اگرچہ جمہورِ صحابہ اس کی حرمت کے ہی قائل تھے۔ عہدِ رسالت کے بعد عہدِ صحابہ میں متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعہ کی حرمت پر حدیث سے استدلال کرتے تھے، لیکن حضرت صدیقہ کا اندازِ استدلال سب سے مُختلف تھا، ان سے جب متعہ کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے اس کی حرمت پر قرآن کریم سے استدلال کیا۔ فرماتی ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ، اِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُم فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْن۔ (المومنین ۵،۶)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں پر اور اپنی باندیوں پر تو انھیں کوئی ملامت نہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ عورتوں سے استمتاع کی دو ہی صورتیں ہیں، نکاح کے ذریعہ یا ملک رقبہ کے ذریعہ۔ اور متعہ نہ نکاح ہے نہ ملکِ رقبہ۔

(۹) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے، جس میں ایک عمرہ رجب کے ماہ میں ادا کیا۔ حضرت عروہ موجود تھے انھوں نے حضرت صدیقہ سے عرض کی:

يا اماه ! يا ام المومنين ! ألا تسمعين مايقول أبوعبدالرحمٰن ؟ قالت: مايقول؟ قال: يقول ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اعتمر أربع عمرات إحداهن في رجب ، قالت يرحم اللّٰه أبا عبدالرحمٰن ، ما اعتمر عمرة الا وهو شاهده ، وما اعتمر في رجب قط۔ (صحیح البخاری کتاب الحج رقم الحدیث ۱۷۷۵)

ترجمہ: اے ام المومنین، سنتی ہیں کیا ابو عبدالرحمن کہہ رہے ہیں؟ بولیں: کیا کہہ رہے ہیں: عرض کی: وہ کہہ رہے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے جن میں ایک عمرہ ماہ رجب میں تھا۔ بولیں: اللہ ابن عمر پر رحم فرمائے، حضور نے جو بھی عمرہ کیا ابن عمر تو ساتھ تھے، حضور نے کبھی رجب میں عمرہ نہ کیا۔

(۱۰) مسجدوں میں عورتوں کی حاضری کا مسئلہ:

کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فقہی بصیرت بعد کے مجتہدین کے اجتہاد کی بنیاد بنی۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں خواتین مسجد شریف میں حاضر ہوتیں اور جماعت سے نماز ادا کرتیں، اور ان کی صفوں کا یوں اہتمام ہوتا تھا کہ مردوں کے پیچھے بچوں کی صف ہوتی پھر عورتوں کی صف لگتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو مسجد میں آنے سے روکنے کو منع کر دیا تھا۔ فرمایا: لاتمنعوا اماء اللّٰہ من مساجد اللّٰہ، (صحیح البخاری کتاب الجمعہ رقم الحدیث ۹۰۰)

مگر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عہد رسالت کے بعد دیکھا کہ عورتوں میں تبدیلیاں آگئیں، تو آپ نے فرمایا: اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے کہ عورتوں نے کیا کیا تو ضرور انھیں مسجدوں کی حاضری سے منع فرماتے۔ بخاری شریف میں ہے:

عن عائشة قالت: لو أدرك رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان رقم الحدیث ۸۶۹)

ترجمہ: حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ لیتے کہ عورتوں نے کیا کیا تو انھیں مساجد سے روک دیتے جیسے بنو اسرائیل کی خواتین کو مساجد سے روک دیا۔

حضرت صدیقہ کے دور تک تو ممانعت کا حکم نہ تھا لیکن جب حالات اور بدتر ہوئے تو ائمہ مجتہدین نے عورتوں کو چند نمازوں میں مسجدوں کی حاضری سے منع فرمادیا۔ پھر تمام نمازوں میں منع فرمادیا۔ اس کے بعد جب مردوں میں بھی شر اور فساد بڑھا تو بوڑھی خواتین کو بھی مسجدوں کی حاضری سے منع کر دیا گیا۔ اس سب کی اصل وہی فقہِ حضرتِ صدیقہ ہے۔

(۱۱)رضاعت کا مسئلہ:

رضاعت ایام شیر خوارگی میں دودھ پینے سے ثابت ہو جاتی ہے، اور رضاعت سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف رضاعی ماں سے نہیں بلکہ اس کے تمام اقارب سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، یعنی اس کا شوہر باپ ہو جاتا ہے، اس کی اولاد بھائی بہن ہو جاتے ہیں، اس کے بھائی بہن ماموں خالہ ہو جاتے ہیں اور دیور نند رضاعی چچا پھوپھی ہو جاتے ہیں۔ ایک بار جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پلانے والی خاتون کے دیور کو رضاعی چچا قرار دیا تو حضرت صدیقہ نے برجستہ سوال کیا کہ اس شخص نے تو دودھ نہ پلایا بلکہ اس کی بھابھی نے پلایا، تو اس مرد سے حرمت رضاعت ہو گی؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ رضاعی چچا ہے۔ تو حضرت صدیقہ نے فتویٰ دیا کہ حرمت کے جو رشتے ولادت سے ثابت ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔

بخاری شریف میں یہ روایت یوں ہے:

عن عروة عن عائشة رضي اللّٰه عنها أنها قالت جاء عمي من الرضاعة فاستأذن عليَّ فأبيت أن اٰذن له حتى أسأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فجاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فسألته عن ذلک، فقال: انه عمک فأذني له، قالت فقلت: يارسول الله انما أرضعتني المرأة ولم يُرضعني الرجل، قالت فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم : انه عمک فليلج عليک، قالت عائشة وذلک بعد أن ضرب علينا الحجاب، قالت عائشة يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة۔ (صحیح البخاري کتاب النکاح رقم الحديث ۵۲۳۹)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دینے سے منع کر دیا جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں، حضور تشریف لائے تو میں نے پوچھا تو فرمایا: وہ تو تمہارے رضاعی چچا ہیں انھیں اجازت دیدو، کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ، مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں، وہ تم پر آسکتے ہیں۔ ام المومنین کہتی ہیں کہ یہ حکم حجاب آنے کے بعد کی بات ہے۔ اور فرماتی ہیں: رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

کتب حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فقہیات کا ایک طویل سلسلہ ملے گا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امت کے اولین اصحاب فتویٰ میں ہیں، انھوں نے شائقین کو قدم قدم پر فقہی مسائل سکھائے اور طالبین کو فتوے دیے اور امت کو اپنے علوم سے مالا مال کر دیا۔

اکابر امت اور حضرت صدیقہ کی مہارت فقہ وفتوی

آخر میں ہم حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فقہ وفتویٰ کے تعلق سے مہارت کے متعلق اکابر امت کے اقوال درج کرتے ہیں:

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فقہ واجتہاد پر صحابہ وتابعین کے اقوال:

حدیث شریف میں ہے:

كمل من الرجال كثير ولم يكمل من النساء الا مريم بنت عمران وأسية امرأة فرعون وفضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام۔

مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریم بنت عمران ، آسیہ زوجۂ فرعون اور عائشہ کی فضیلت ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں: والاظهر انها افضل من جميع النساء كما هو ظاهر الاطلاق من حيث الجامعية لكمالات العلمية والعملية المعبر عنها فى التشبيه بالثريد۔ الخ

یعنی اس سے خوب ظاہر ہوا کہ وہ علمی وعملی کمالات کی جامع ہونے کے اعتبار سے تمام عورتوں سے افضل ہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں مطلقاً فرمایا گیا، اور ثرید سے تشبیہ دی گئی۔

اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

قال ابن التين ان اريد بالتفضيل كثرة الثواب عندالله فذلک امرلايطلع عليه فان عمل القلوب

افضل من عمل الجوارح، وان اريد كثرة العلم فعائشة لامحالة وان اريد شرف الاصل ففاطمة وہی فضیلة لایشارک فیہا غیراخواتہا وان اريد شرف السيادة فقد ثبت النص لفاطمة وحدہا الخ۔

ابن التین نے کہا: فضیلت سے مراد اگر عند اللہ کثرت ثواب ہے تو اس پر اطلاع مشکل ہے، کہ دلوں کا عمل جسم کے عمل سے افضل ہوتا ہے۔ اور اگر کثرت علم مراد ہو تو حضرت عائشہ لامحالہ سب سے افضل ہیں۔ اور شرفِ اصل مراد ہو تو وہ تو حضرت فاطمہ کے لیے ہے اور ان کی یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی ان کا شریک نہیں۔ اور شرفِ سیادت مراد ہو تو وہ بھی تنہا فاطمہ کے لیے منصوص ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

ما أشكل علينا أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلّم حديث قطُّ فسألنا عائشةَ اِلَّا وجدنا عندها منه علماً۔ (جامع الترمذی باب فضائل عائشہ)

ترجمہ: ہم صحابہ پر جب بھی کسی حدیث کی مشکل پیش آتی اور ہم عائشہ سے دریافت کرتے تو ہمیں ان کے پاس حل مل جاتا۔

حضرت عطا ابن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن رأياً في العامة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے بڑی فقیہہ تھیں، سب سے زیادہ علم والی اور لوگوں میں سب سے بہتر رائے والی تھیں۔

امام زہری فرماتے ہیں:

كانت عائشة أعلم الناس، يسئلها الأكابر من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔ (طبقات ابن سعد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں، ان سے اکابر صحابہ سوالات کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيت احداً أعلم بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا أفقہ في رأي ان احتيج الى رأيہ ولا أعلم بآية فيما نزلت ولافريضة من عائشة۔ (طبقات ابن سعد من طریق الواقدی)

ترجمہ: میں نے کسی کو حضرت عائشہ سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو جاننے والا دیکھا نہ ضرورت پڑنے پر ان سے بڑا فقیہ دیکھا، نہ ان سے زیادہ آیات کی شان نزول اور فرائض کا جاننے والا دیکھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا: سب سے بڑا عالم کون ہے؟ کسی نے کہا آپ ہیں، فرمایا نہیں، سچ سچ بتاؤ، تو اس نے کہا: عائشہ ہیں۔ (مستدرک للحاکم ۱۴/۴)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ما رأيت احداً اعلم بالحلال والحرام والعلم والشعر والطب من عائشة ام المومنين۔

(مستدرک للحاکم ۱۱/۴)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ ام المومنین سے زیادہ حلال وحرام کا جاننے والا اور دیگر علوم اشعار اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

معجم طبرانی میں یوں ہے:

ما رأيت احداً اعلم بالقرآن ولابفريضة ولابحلال ولا بفقہ ولابشعر ولابطب ولابحديث العرب ولانسب من عائشة۔

میں نے حضرت عائشہ سے زیادہ قرآن اور فرائض، حلال وحرام اور دیگر مسائل کا جاننے والا نہیں دیکھا نہ ہی ان سے زیادہ شعر، طب، عرب کے واقعات اور نسب کا جاننے والا دیکھا۔

کسی نے حضرت مسروق سے پوچھا کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرائض کا فن جانتی تھیں؟ جواب دیا:

أي والذي نفسي بيده لقد رأيت مشيخة أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يسئلونها عن الفرائض۔ (مستدرک، دارمی)

ترجمہ: ہاں ہاں، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، میں نے بزرگ صحابہ کو ان سے فرائض کے متعلق پوچھتے دیکھا ہے۔

محمود بن لبید کا بیان ہے:

كان ازواج النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يحفظن من حديث النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كثيراً ولا مثلاً لعائشة وام سلمة۔ (طبقات ابن سعد)

ترجمہ: ازواج مطہرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں یادرکھتی تھیں لیکن حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی طرح نہیں۔

حضرت زہری فرماتے ہیں:

لو جمع علم الناس كلهم وعلم ازواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فكانت عائشة أوسعهم علماً ۔ (مستدرک، ومعجم طبرانی کبیر)

ترجمہ: اگر تمام لوگوں کے علوم جمع کیے جائیں اور ازواج مطہرات کے تمام علوم جمع کیے جائیں تو حضرت عائشہ کا علم ان میں سب سے وسیع ملے گا۔

اختتامیہ:

حضرت صدیقہ کو نوجوانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صُحبت ملی، انھوں نے اپنی ذکاوت اور قوت حافظہ کی مدد سے دین کے اصولی اور فروعی مسائل خوب سیکھے اور اپنے عظیم شوہر سے پوچھ پوچھ کر علم کا بہت بڑا خزانہ اپنے سینے میں محفوظ کر لیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد چالیس سال سے زیادہ عرصے تک بقید حیات رہیں اور قرآن وسُنت اور دین وشریعت کی تبلیغ کرتی رہیں۔ تفسیر قرآن پر مشتمل ان کے اقوال، اُن سے مروی احادیث جن پر فقہائے کرام نے مسائل کی بنا رکھی ہے، اور ان کے بیشمار فتاویٰ جو فقہ اسلامی کا عظیم سرمایہ ہیں یہ سب حضرت صدیقہ کی وہ عظیم خدمات ہیں جن سے ایک طرف تو ان کی شانِ فقاہت اور علمی عظمتوں کا اندازہ ہوتا ہے، دوسری طرف یہ حکمتِ ربانی بھی آشکار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والسّلام کی زوجیت کے لیے پچاس سال سے زائد عمر ہونے کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی کم سن کم عمر کو نکاح کے لیے کیوں منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان پر تاقیامت رحمتوں کی بارش برسائے اور ان کے صدقے ہماری بھی مغفرت فرمائے۔ آمین

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری

جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ لکھنؤ

۷؍رجب ۱۴۴۴ھ